© rasailojaraid.com

جناب عبدالحلیم اثر افغانی

سابق صوبہ سرحد کے چند کتب خانے

میری ایک تالیف ۱۹۶۶ء میں چھپ چکی ہے جس کا نام "روحانی رابطہ" ہے جس میں مغربی اور مشرقی پاکستان خصوصاً سابق صوبہ سرحد اور ملحقہ قبائلی علاقوں اور سرحدی ریاستوں کے اولیائے کرام کا تاریخی اور تحقیقی تذکرہ درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تالیف کے سلسلہ میں مجھے ضروری مواد حاصل کرنے کے لیے پشتونخوا یعنی شمال مغربی پاکستان کے کئی نادر و نایاب کتب خانوں کی سیر کرنے کا موقع ملا۔ یہ کتب خانے سب کے سب ذاتی اور نجی نوعیت کے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان تک پہنچنے اور ان سے استفادہ کرنے میں جو چند در چند مشکلات حائل ہیں ان میں سے بعض کا ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلی مشکل یہ ہے کہ اس قسم کے کتب خانے ان دنوں ایسے افراد کے پاس ہیں جن کے بزرگ تو عالم اور فاضل گذرے تھے، لیکن اب ان کے اخلاف یا تو سرے سے بے علم ہیں، یا انھوں نے مغربی تعلیم سے استفادہ کیا ہے اور اپنے اسلاف کی عربی اور فارسی کتابوں خصوصاً قلمی ذخیرہ سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہے اور ان کے آباء و اجداد کے علمی ورثہ کی کوئی نگہداشت نہیں کی جاتی۔ انھیں یا تو دیمک چاٹ گئی ہے۔ یا پھر ان قدر ناشناس اخلاف نے یہ کیا ہے کہ ایسے قلمی کتابوں کے نادر علمی ذخیرہ کے لیے کسی قبرستان میں گڑھا کھود کر انھیں دفن کر دیا ہے یا دریا اور غیر آباد کنوؤں میں ڈال دیا ہے تاکہ ان کتابوں کی بے حرمتی نہ ہو۔ اس سلسلہ میں دو کتب خانوں کا مثال کے طور پر ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

کتب خانہ شیر محمد فاروقی

حضرت مولانا اخوند شیر محمد ابن شیخ محمد فاروقی (۱۱۴۰ھ مطابق ۱۷۲۷ء تا ۱۲۱۵ھ مطابق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷۹۷ء) ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں۔ وہ صوفی اور عالم دونوں تھے۔ ان کے درس کا طریقہ قدیم دور کے علما کا تھا۔ وہ املاء کے طریقہ پر (لیکچروں کے ذریعے) تعلیم دینے اور ان کے شاگرد اسے ضبط تحریر میں لاتے۔ سیکڑوں طلبا کا جمگھٹا رہتا۔ کتابوں کی نقلیں تیار کی جاتی تھیں اور مختلف ممالک میں یہ علمی سرمایہ پھیل جاتا تھا۔ طلبا کو آپ کی خانقاہ کے لنگر سے کھانا ملتا اور دوسرے ممالک کی نایاب کتابیں بھی منگوائی جاتیں۔ کئی خوشنویس جو نسخ اور نستعلیق رسم الخط میں یگانۂ روزگار تھے انھیں بلایا جاتا، اور نادر و نایاب کتابیں ان سے نقل کرائی جاتیں۔ اندازہ یہ ہے کہ حضرت اخوند حافظ شیر محمد فاروقی کی وفات کے بعد تقریباً دس ہزار جلدوں پر مشتمل کتب خانہ ان کے اخلاف کو ورثہ میں ملا تھا۔ اور بقول ان کے اخلاف کے اس میں ایسی کتابیں بھی تھیں جو آہو کے چمڑے پر لکھی گئی تھیں لیکن آپ جانتے ہیں کہ اس علمی سرمایہ کا حشر کیا ہوا۔ جب میں ۱۹۶۴ میں اس کتب خانہ کا نام سن کر اس کو دیکھنے کے لیے گیا تو ان کے اخلاف نے بیان کیا کہ چونکہ ہم میں عربی اور فارسی جاننے والا کوئی نہیں تھا اور ان کتابوں کی بے حرمتی ہو رہی تھی اس لیے ہم نے تین دن متواتر گدھوں، خچروں اور اونٹوں پر لدوا کر تمام کتابیں دریائے کرم میں ڈال دیں تاکہ ان کی بے عزتی نہ ہو۔ ان سادہ لوح افراد نے اس عظیم الشان کتب خانہ کو اس اہتمام سے تباہ کیا تھا کہ اب ان کے پاس حضرت اخوند شیر محمد فاروقی کے کتب خانہ میں سے ایک ورق بھی باقی نہ رہا تھا۔ آپ کے ان اخلاف کو اپنے مورث اعلیٰ حضرت حافظ شیر محمد فاروقی نقشبندی کے والد کا نام تک معلوم نہیں تھا۔ یہ تو بعد میں جب مجھے ایک دوسرے عالم حافظ محمد عظیم عباسی مرحوم کے کتب خانہ میں خود حافظ شیر محمد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک تالیف ملی تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ محمد فاروقی تھا۔ اس کے دیباچہ میں آپ نے لکھا تھا:

شیر محمد کہ ایں بخیر نوشت   از برائے اخی زبیر نوشت

اور معلوم ہوا کہ آپ کے ایک بھائی کا نام محمد زبیر تھا۔ اور آپ کے والد رفیع القدر شیخ محمد سہروردی تھے۔

حضرت اخوند شیر محمد ایک بہت بڑے مؤلف گذرے ہیں۔ علم فقہ، اصول، قرارت کی جو کتابیں ۱۲۰۰ھ سے ۱۲۷۲ھ تک کے زمانہ میں بمبئی، لاہور، دہلی اور پشاور میں چھپی ہیں۔ ان میں اکثر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتابوں پر آپ کے حاشیے چھپ چکے ہیں۔ آپ پشتو، فارسی، عربی کے قادر الکلام شاعر تھے علم عروض اور قوافی میں بھی فاضل تھے۔ اور آپ کا کلام بلیغ اور فصیح اور علمی اور تصوفی مسائل پر مشتمل ہے

کتب خانہ قمبر

ریاست سوات میں ایک قصبہ کا نام قمبر ہے۔ یہاں سادات کا ایک خاندان آباد ہے۔ اس خاندان میں ایک بہت بڑے فاضل عالم گذرے ہیں۔ مورخ۔ ادیب، مؤلف اور شاعر بھی تھے زمانہ طالب علمی میں مَیں نے آپ کی ایک پشتو منظوم مناجات پڑھی تھی۔ جس کا ایک مصرعہ تھا:

"قبول م سوال کړے په حرمت د پاک رسول عربی"

(ترجمہ) "میرا سوال بحرمت رسول عربی قبول فرمائیں"۔

مرحوم سید کے خلف الرشید میرے ذاتی دوست تھے۔ ۱۹۵۲ء کی مؤتمر عالم اسلامی منعقدہ کراچی میں موصوف ریاستِ سوات کی طرف سے اور راقم الحروف قبائلی علاقہ باجوڑ سے بطور نمائندہ شریک ہوئے۔ کراچی ہی میں مَیں نے موصوف سے ذکر کیا کہ میں کسی وقت آپ کے مرحوم والد کا کتب خانہ دیکھنے سوات آؤں گا۔

مَیں اپنے دوست اور ان کے والد کا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ چنانچہ ۱۹۶۰ء میں جب مَیں قمبر (ریاست سوات) گیا تو اپنے دوست کا مہمان ہوا، اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ دوسرے دن انھوں نے ایک معمر خاتون ملازمہ کو بلایا اور کہا (پاپو۔ پھوپی) میرے والد کی جو قلمی کتابیں تھیں وہ کہاں ہیں۔ (یاد رہے کہ میرا یہ دوست جس کا مَیں ذکر کر رہا ہوں خود علوم دینیہ کا فارغ التحصیل بھی ہے اور امیر آدمی بھی ہے) پاپو (پھوپھی) نے جواب دیا کہ ان کتابوں سے پہلے تو ہم نے بوریاں بھرائی تھیں لیکن گھر میں اِدھر اُدھر رُلتی رہیں۔ ہم نے سوچا کہ ان کی بے حرمتی ہو رہی ہے ایک دو مزدوروں سے وہ بوریاں اٹھوائیں۔ چند ایک نوکر اور بھی ساتھ لیے وہ سامنے جو پہاڑی ہے۔ اس کے فلاں درّہ میں ایک پُرانے زمانے کا غار ہے۔ تمام کتابیں اس غار میں ڈالوادیں اور اس غار کے منہ پر پتھروں کی دیوار چنوادی ہے تاکہ ان کے اوراق نیچے وادی اور درّہ میں بکھر نہ جائیں۔

پاپو صاحبہ نے جب یہ کہانی سنائی تو مَیں نے عرض کیا کہ آپ کے ان ملازموں میں سے جنھوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے یہ کام کیا تھا اس وقت بھی آپ کے ہاں کوئی ملازمت کرتا ہے انھوں نے ایک دو ملازموں کا نام بتایا جن کو میں نے اپنے دوست سے کہہ کر بلوایا۔ سردی کے دن تھے۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ ہم نے اپنے ساتھ لمبی لمبی لکڑیاں اور لوہے کی ایسی سلاخیں لیں جن کو لکڑیوں کے ساتھ باندھ کر اور ان کے سروں کو موڑ کر غار کے اندر ڈالا اور اس کے تاریک گوشوں سے کتابوں کو باہر نکالا جا سکے۔ اس اہتمام کے بعد غار کے دہانہ پہ گئے اور جو دیوار چنی گئی تھی اسے گرا دیا گیا۔ کنڈوں وغیرہ کے ذریعہ کتابیں نکالیں۔ اکثریت قلمی کتابوں کی تھی۔ نمی کے باعث بالکل خراب ہو گئی تھیں۔ ان کا کاغذ گل سڑ چکا تھا۔ ایک دوسرے سے چپک کر عجیب چیز بن گئی تھیں۔ جب ہم یہ کتابیں نکال لائے اور انھیں کوٹ کوٹ کر ایک دوسرے سے الگ کیا تو اس میں بعض ایسے قلمی کتابوں کے اوراق بھی ملے جن کا صرف نام فہرستوں میں پڑھا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک دو کتابیں اچھی حالت میں بھی ملیں جو خطاطی کا اعلیٰ نمونہ تھیں۔ بعد میں ان میں سے ایک کتاب میں نے پشاور یونیورسٹی کی پشتو اکاڈیمی کو پیش کی۔ اور ایک کتاب جو میرے اس دوست کے بزرگوں کے شاگرد مولانا عبدالسلام ننگرہاری متوفی ۱۱۰۰ھ کی تالیف تھی اس کو واپس دے دی۔

ان گلی سڑی کتابوں میں مجھے ایک قلمی نسخہ حضرت سید پیر ابراہیم المعروف پیر پرندہ کا بھی ملا تھا۔ جو پشتو زبان کے قدیم ترین نیم عروضی سبک میں تھا۔ میں نے اپنی ایک تالیف "بھولے بسرے ادیب اور شعرا" میں اس کتاب کے اقتباسات درج کیے ہیں۔

ذاتی کتب خانوں تک رسائی حاصل کرنے میں دوسری مشکل یہ پیش آتی ہے کہ کسی فوت شدہ عالم کا کتب خانہ بھی مالِ غنیمت کی طرح لوٹ لیا جاتا ہے اور مشترکہ خاندان میں سے کسی ایک فرد کے ہاتھوں میں آجانے کے بعد اس کی حفاظت کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ خاندان کے دوسرے افراد کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائے۔ اس قسم کے کتب خانے اکثر ایسے لوگوں اور افراد کے ہاتھوں میں آگئے ہیں کہ وہ خود قطعاً بے علم ہیں وہ خود ان کتابوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے لیکن اپنے خاندان کے باہر کے کسی فرد کو بھی اسے دیکھنے اور ہاتھ لگانے نہیں دیتے کہ غیر متعلقہ شخص کتابیں دیکھنے کے بعد ان کی تفصیل اس کے خاندان کے دوسرے افراد پر ظاہر نہ کر دے۔ اس قسم کے کتب خانوں تک رسائی حاصل کرنے اور ان کو دیکھنے میں مجھے جس جس قسم کے تجربات سے دوچار ہونا پڑا ان میں سے ایک کی کہانی سننے کے قابل ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک صاحب ہیں جن کا نام ہے میاں محمد عثمان - ان کے بزرگوں میں شیخ سید زکریا الحسنی ایک عالم گذرے ہیں - جو مشہور پیر طریقت سید علی ترمذی المعروف پیر بابا الحسنی والحسینی کے ساتھیوں میں سے تھے اور حضرت بابا کی طرف سے آپ نے مشہور تاریخی شخصیت بایزید انصاری المعروف بہ پیر روشان اور "پیر تاریک" سے مناظروں میں حصہ لیا تھا - پیر روشان نے بھی اپنی تالیف "حالنامہ" میں (جس کا قلمی نسخہ پنجاب پبلک لائبریری میں موجود ہے اور غالباً یہ قلمی نسخہ علی گڑھ یونیورسٹی کے قلمی نسخہ کا مائیکروفلم ہے اور اس کا ایک نسخہ لندن میوزیم میں بھی ہے - سید شیخ زکریا کا ذکر کیا ہے - صاحب دبستانِ مذاہب نے باب "تذکرۂ روشانیان" میں حالنامہ کا جو حصہ نقل کیا ہے - اس میں شیخ زکریا کا ذکر موجود ہے - شیخ زکریا کی اولاد میں جن میاں عثمان کا تذکرہ کر رہا ہوں ان کے پاس وہ خط و کتابت موجود ہے جو پیر سید علی ترمذی الحسنی اور پیر بایزید انصاری کے درمیان ہوئی - ظاہر ہے کہ یہ خط و کتابت اہم تاریخی حیثیت کی حامل ہے جس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو ان دونوں تاریخی اور روحانی شخصیتوں سے واقف ہیں - ان دونوں روحانی اور تاریخی شخصیتوں کی اہمیت سے افغانستان اور شمال مغربی پاکستان کا بچہ بچہ واقف ہے - لیکن میاں محمد عثمان نے میری لگاتار جد و جہد، منت و سماجت اور سفارشیں پیش کرنے کے باوجود اس اہم تاریخی خط و کتابت اور دوسری قلمی کتابوں کے صرف مطالعہ اور ملاحظہ کی اور وہ بھی ان ہی کی جگہ پر اور ان کی موجودگی میں اجازت نہیں دی اور نہ صرف مجھے بلکہ اپنے پورے خاندان کے کسی بھی سرکردہ سے سرکردہ فرد کو اس کی اجازت نہیں دیتے - اس اہم خط و کتابت کا راز ان کے ایک عزیز نے فاش کر دیا تھا اور اس نے مجھے یہ واقعات بتلائے تھے -

کتب خانۂ بادین

ایک دوسرے صاحب ہیں جن کا اسم گرامی ہے مولانا سید عبدالعزیز ابن سید مہربان شاہ ابن سید زمان شاہ ابن سید خوبان شاہ - ابن سید دیوان شاہ ابن سید جہیر شاہ - جن کا شجرۂ نسب شیخ الشور بانی خویشنگی قصوری سے جا ملتا ہے - اس وقت تقریباً اسی سال کی عمر میں ہیں - بڑے فاضل عالم ہیں - ہند و سندھ کی سیاحت کر چکے ہیں اور مرکزی مقام پشاور سے تقریباً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۰ میل دور ایک دشوار گذار قبائلی علاقہ میں رہتے ہیں اور ان کے پاس نہایت ہی نایاب اور نادر قلمی کتابوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ میں آپ کی لائبریری دیکھنے کے لیے دشوار گذار پہاڑی راستوں، گھاٹیوں اور ندی نالوں کو عبور کرنے کے بعد جب ان کے در دولت پر پہنچا تو ایک پورا دن تو اس بات پر بحث کرتے ہوتے گذرا کہ موصوف کے پاس قلمی کتابوں کا ذخیرہ موجود بھی ہے کہ نہیں ہے؟ اور یہ کہ میں ان کتابوں کے دیکھنے کے لیے کیوں آیا ہوں۔ آیا میں خود آیا ہوں یا کسی نے مجھے بھجوایا ہے۔ جب میں نے پوری تفصیل سے ان کو حالات اور واقعات سے باخبر کیا اور قلمی کتابوں کے متعلق اپنے معلومات ان کے سامنے رکھے تو انھوں نے ایک دلچسپ بات بتائی جسے سُن کر میں اپنی ہنسی نہ روک سکا اور میں نے ان کی بات مان لی۔ موصوف نے فرمایا کہ میرے پاس جو قلمی کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے تین قسم کا ہے۔ ایک قسم ان کتابوں کی ہے جو میں نے اپنی طالب علمی کے زمانہ سے لے کر اب تک کے دنوں تک قیمتاً خریدی ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو افغانستان اور برصغیر پاک و ہند کے مختلف حلقہ ہائے درس میں قیام کے دوران مجھے بغیر کسی قیمت کے تحفہ کے طور پر ملی ہیں۔ اور تیسری قسم ان کتابوں کی ہے جو زمانہ طالب علمی میں مجھے جہاں سے ہاتھ آئیں اٹھا لایا۔ کتابوں کے شوق نے اس کے اصل مالک سے پوچھنے اور اجازت لینے کا موقع ہی نہیں آنے دیا۔ آپ اسے چوری کی ہوتی کتابیں بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان میں ایسی بھی ہیں کہ اب مجھے ان کے اصل مالکوں کے نام یاد نہیں ہیں۔ اس تیسری قسم کی کتابیں میں آپ کو مطالعہ کے لیے نہیں دوں گا۔

موصوف نے کہا میں صرف چند ایک کتابیں دیکھنے کے لیے دے سکتا ہوں لیکن یہ بتائیں کہ آپ کو کس موضوع اور علم پر کتابوں کے دیکھنے سے زیادہ دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اب میں کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ کو اپنی لائبریری میں سے جو بھی کتاب سب سے پہلے ہاتھ آتے وہی اٹھا لائیے۔ چنانچہ موصوف اپنے گھر تشریف لے گئے۔ وہ کافی عمر رسیدہ اور کمزور تھے۔ صرف چند کتابیں اٹھا کر لا سکتے تھے وہی لائے۔

ذیل میں ان کتابوں کے صرف نام درج کرتا ہوں۔ ان پر تبصرہ کرنے سے یہ کہانی طول پکڑ جائے گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱- کتاب "مجموعۂ سلطانی" یہ قلمی نسخہ ۱۰۹۳ھ مطابق ۱۶۸۲ء بمقام لاہور (پنجاب) تحریر کیا گیا ہے۔ آخر میں لکھا ہے:

(حررہ عبید اللہ ولد حاجی شیخ یار محمد پاپینی، خادم درگاہ حضرت پیر علی الہجویری داتا گنج بخش لاہوری، غزنوی، در شہر لاہور، ۱۰۹۳ھ)

حضرت شیخ یار محمد پاپینی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے جلیل القدر بزرگ تھے۔ سید آدم بنوری متوفی ۱۰۵۳ھ کے ممتاز خلفا میں سے تھے۔ اس کتاب پر آپ کے خاندان میں سے کئی دور کے علما کے دستخط اور مہریں ثبت ہیں جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں: (۱) اعظم شاہ ولد ملا معز الدین (۲) سید غلام مصطفیٰ، (۳) سید حبیب اللہ، ان میں سے سید حبیب اللہ کی مہر نہایت ہی خوبصورت اور کافی دلچسپ ہے۔ اس میں یہ عبارت کندہ ہے: (اشہد ان محمداً حبیب اللہ ۱۱۲۷ھ)

(۲) کتاب "ہدایۃ المخلصین" ملفوظات "محبوب العالم شیخ حمزہ کشمیری"۔

"ملفوظاتِ شیخ پر مشتمل یہ کتاب حضرت شیخ حمزہ کے مرید شیخ حیدر نے تالیف کی ہے۔ اس کا کاغذ دبیز، سفید اور سیالکوٹ کا بنا ہوا ہے اس عہد میں سیالکوٹ اور کشمیر میں جو کاغذ بنائے جاتے تھے، ان کی چار قسمیں ہم نے قرار دی ہیں (۱) وہ جو سمرقندی کاغذ کی قسم کا تھا۔ (۲) وہ جو ہراتی کاغذ کی قسم کا تھا۔ (۳) وہ جو خالص سیالکوٹی صنعت تھی۔ (۴) وہ جو خالص کشمیری صنعت تھی۔ پھر ان خالص سیالکوٹی اور کشمیری کاغذ میں بھی دورِ اوّل اور دورِ دوئم کی قسمیں ہیں۔

اس کتاب ہدایۃ المخلصین کے لیے جو کاغذ استعمال کیا گیا ہے، وہ (۲) قسم کا سیالکوٹی مگر ہراتی کاغذ کی نوع کا ہے۔ اور کاغذ کے ورق دونوں طرف سے مُہر شدہ ہیں۔ اس کاغذ کی خوبی یہ ہے کہ کم از کم ایک ہزار سال تک باقی رہ سکتا ہے اور اسے دیمک نہیں لگتی۔ اس کا خط نسخ اور نستعلیق دونوں قسم کا ہے۔ زیادہ نستعلیق ہے۔ قلم جلی، صاف، واضح اور خوشخط ہے اور علم تصوف کی بہترین تالیف ہے۔

اس کتاب پر بھی حضرت حاجی یار محمد پاپینی علیہ الرحمۃ پاپینی خاندان کے ممتاز افراد کے دستخط اور مہر ثبت ہیں: (۱) محمد غلام ابن عبید اللہ العلام ابن غوث الایام وقطب الانام میاں حاجی یار محمد پاپینی۔ (۲) اعظم شاہ سنہ ۱۱۱۳ھ، (۳) بادشاہ گل (۴) زین الدین ۱۱۷.. محمد دین ۱۱۲۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محی الدین عبید اللہ یہ مہریں ہیں۔

(۳) فصول - تالیف حبیب اللہ خان ولد اسد اللہ خان -

یہ اس حبیب اللہ کی تالیف ہے جس کی مُہر کا ذکر سطور مندرجہ بالا میں کیا گیا ہے حبیب اللہ اپنے زمانہ کا فاضل عالم اور اپنے علاقہ کا نامی گرامی اور با اقتدار خان بھی تھا۔ اس کو علم ہیئت ریاضی، نجوم، طب، تاریخ اور قدیم زبانوں کے رسم الخطوں کے جاننے میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس کی بے شمار تالیفات ہیں۔ فارسی اور عربی دونوں زبانوں کی نثر اور نظم میں اس کی یادگار تالیفات بکھر کر ضائع ہو چکی ہیں۔ ان کی پیشِ نظر کتاب کے دیباچہ کے چند جملے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جس سے عربی زبان پر ان کے عبور کا اندازہ کیا جا سکتا ہے :-

الحمد للہ علیٰ سوابغ نعمائه المتواترة فی کل زمان وسوابغ آلائه المتقاطرة فی کل آن ونشکره علی ما اصطفینا من کافة الامم بین الامم الاحسان وهدانا الی الشریعة النفیسة بسواطع البرهان ،

(۴) اسرار قاسمی، مجموعہ غرائب ناسمی : یہ کتاب حسین واعظ کاشفی ہروی مؤلف تفسیر حسینی کی تالیف ہے۔

۱۲۰۰ھ کے بعد پشاور شہر میں علما کا ایک ادارہ تھا جس کا نام "بزم یارانِ پشاور" تھا۔ اس بزم کے پاس نادر اور نایاب قلمی کتابوں کا ایک عظیم الشان ذخیرہ تھا۔ دُور دُور سے اہل علم و فضل آ آ کر اس سے نقلیں لیا کرتے تھے۔ ۱۲۷۰ھ کے قریب مرزا سلیم کابلی اس کے مہتمم تھے جو صفی سلیم کے نام سے مشہور تھے۔ یہ کتاب اسرار قاسمی اسی مرزا صفی سلیم کابلی کی ملکیت تھی۔ ۱۲۷۳ھ میں خان حبیب اللہ خان ولد اسد اللہ خان کا بھائی نور اللہ خان پشاور شہر جا کر مرزا صفی سلیم کے پاس ٹھہرا اور یہ کتاب نقل کر کے لایا۔ آخر میں تاریخِ کتابت درج ہے۔ ماہ محرم الحرام بروز پنجشنبہ در وقت چاشت ۱۲۷۳ھ -

اس کتاب میں مختلف علوم کے اسرار جمع کیے گئے ہیں۔ ایک مسئلہ کو لیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس مسئلہ کا حل سبائی اور فنیقی بابلی کے مشترکہ رسم الخط کے حروف تہجی میں درج کیا جاتا ہے یہ طریقہ کتاب کے آخر تک اختیار کیا گیا ہے۔ (باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com